بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیاً امابعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح ہمارے ظاہری اعمال میں سے بعض چیزیں فرض وواجب قرار دی ہیں اور بعض چیزیں حرام وگناہ قرار دی ہیں اسی طریقہ سے ہمارے باطنی اعمال میں سے بعض اعمال کو فرض اور بعض کو گناہ اور حرام قرار دیا ہے، ان سے بچنا اور اجتناب کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ظاہر کے کبیرہ گناہوں سے بچنا ضروری ہے، ان ہی باطنی گناہوں میں سے ایک گناہ تکبر ہے، جو کہ تمام گناہوں کی جڑ ہے، کیونکہ تکبر سے غصہ پیدا ہوتا ہے، تکبر ہی سے حسد پیدا ہوتا ہے اور تکبر سے بغض بھی پیدا ہوتا ہے، تکبر ہی کی بنیاد پر دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے تکبر سے دوسروں کی غیبت ہوتی ہے، جب تک تکبر دل میں موجود رہے گا اس وقت تک باطنی گناہوں سے نجات نہ ملے گی اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ تکبر سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں کچھ تفصیلات ذکر کریں۔

تکبر کی لغوی تعریف: ”تکبر“ یہ باب تفعّل کا مصدر ہے، صاحب قاموس نے اس کے ۳؍معنی لکھے ہیں (۱) بڑا بننا، بڑائی کی بنا پر حق ماننے سے انکار کرنا (۲) غرور کرنا نیز اگر یہ باب استفعال سے ہو تو اس کے معنیٰ ہونگے ”عناد وتکبر کی وجہ سے حق کو نہ ماننا“ اسی طرح اسی باب میں ایک لفظ کبر بھی مستعمل ہے جس کے معنی ہیں ”بڑائی“ (القاموس الوحید ص:۱۳۸۰۔۱۳۸۱)۔

تکبر کی اصطلاحی تعریف: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب ام الامراض میں تکبر کی تعریف اس طرح کی ہے کہ تکبر کے معنیٰ ہیں کمال کی صفات میں اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا اور ساتھ ہی دوسروں کو حقیر وذلیل سمجھنا، چنانچہ حدیث پاک میں تکبر کی تعریف یوں ارشاد فرمائی گئی ہے: **الکبر بطر الحق وغمط الناس** یعنی کبر حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے (ام الامراض ص:۱۸)۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر کبر اور متکبر کی مذمت بیان فرمائی ہے، کیونکہ کبر اور بڑائی ذات الٰہی کے ساتھ خاص ہے کسی مخلوق خصوصاً انسان کو ہرگز زیبا نہیں کہ وہ اس خاصۂ الٰہی پر دست درازی کرے، یہ ہی فعل ابلیس کی ملعونیت کا سبب بنا تھا۔

تکبر عزازیل را خوار کرد — بزندان لعنت گرفتار کرد

ترجمہ: تکبر نے شیطان کو رسوا کردیا — ہمیشہ ہمیش کیلئے لعنت کی قید میں گرفتا رکردیا

در اصل تکبر خود پسندی کی وہ شکل ہے جس میں آدمی دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو سربلند وگردن فراز، مگر شاید وہ قانون الٰہی سے واقف نہیں کہ ہر متکبر کا انجام وہی ہے جو شیطان ملعون کا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری ہے **”سأصرف عن اٰیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق“** (الاعراف ۱۴۶)۔

ترجمہ: میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو برگشتہ ہی رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں (توضیح القرآن ص:۴۸۹؍ج:۱)۔

علامہ بغویؒ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے بحوالہ ابن عباسؓ نقل فرماتے ہیں

کہ اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کے بندوں پر ظلم کرتے ہیں اور اللہ کے اولیاء سے جھگڑتے ہیں اور اللہ پر ایمان نہیں لاتے، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں کو اپنی آیات کے قبول کرنے سے اور ان کی تصدیق کرنے سے برگشتہ کردیتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے سزا ہے کہ حق سے عناد رکھنے کی وجہ سے ان کو ہدایت سے محروم کردیا جاتا ہے (بغوی رص:۱۶۷/رج:۲)۔

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں بغیر حق سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تکبر کرنے والوں کے مقابلہ میں تکبر کرنا حق ہے وہ برا اور گناہ نہیں، کیونکہ وہ صرف صورت کے اعتبار سے تکبر ہوتا ہے حقیقت کے اعتبار سے تکبر نہیں ہوتا، جیسا کہ مشہور ہے "التکبر مع المتکبرین تواضع" کیونکہ یہ رویہ ان کے لئے ذلت اور اہانت کا باعث ہوتا ہے (مسائل السلوک)۔

تکبر انسان کو فہم سلیم اور علوم الٰہیہ سے محروم کردیتا ہے

تکبر کرنے والوں یعنی بڑا بننے والوں کو اپنی آیتوں سے پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے آیات الٰہیہ کے سمجھنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق سلب ہوجاتی ہے، اس لئے آیت کا خلاصہ مضمون یہ ہوا کہ تکبر یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا ایسی مذموم اور منحوس خصلت ہے کہ جو شخص اس میں مبتلا ہوجاتا ہے اس کی عقل وفہم سلیم نہیں رہتی، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سمجھنے سے محروم ہوجاتا ہے نہ اس کو قرآنی آیات صحیح سمجھنے کی توفیق رہتی ہے اور نہ آیات قدرت میں غور وفکر کرکے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے میں اس کا ذہن چلتا ہے۔

صاحبِ معارف القرآن نے بحوالہ روح البیان نقل کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ تکبر اور نخوت ایک ایسی بری خصلت ہے جو علوم ربانیہ کیلئے حجاب بن جاتی ہے، کیونکہ علوم ربانیہ صرف اسی کی رحمت سے حاصل ہوتے ہیں اور رحمت خداوندی تواضع سے متوجہ ہوتی ہے (معارف القرآن رص:۶۹/رج:۳)۔

علاّمہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ غرور کرنے والا علم اور معرفت حاصل کرہی نہیں سکتا کیونکہ اس کی تو ناک چڑھی ہوئی ہوتی ہے، جس نے کچھ عرصے کیلئے علم سیکھنے کی ذلت کو برداشت نہیں کیا اس کو ہمیشہ کیلئے علم سے محروم رہنے کی ذلت برداشت کرنی پڑے گی اس لئے کہ اس کے کبر کی وجہ سے اللہ نے اس سے فہم قرآن کی صلاحیت چھین لی ہے اور اس کو اپنی آیات سے محروم کردیا ہے (ابن کثیر رص:۱۹۰/رج:۲)۔

اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ کھیتی نرم زمین میں پیدا ہوتی ہے پتھر پر نہیں ہوتی، اسی طرح حکمت متواضع دلوں پر اثرانداز ہوتی ہے متکبرین کے دلوں میں اس کا ذرا بھی اثر نہیں ہوتا، یہ عام مشاہدہ بھی ہے کہ جو شخص اپنا سر چھت سے ٹکراتا ہے وہ چوٹ کھاتا ہے اور جو سر جھکاتا ہے وہ سایہ اور آرام پاتا ہے۔

جو اہل وصف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہوکر بھرا کرتی ہے پیمانہ......!

(احیاء العلوم رص:۵۱۰/رج:۳)

متکبرین کے دلوں پر اللہ مہر لگادیتا ہے

ارشاد باری ہے: كذالك يطبع الله علىٰ كل قلب متكبر جبار — ترجمہ: اسی طرح مہر کردیتا ہے اللہ دل پر غرور والے سرکش کے۔

(ترجمہ شیخ الہند ص:۶۲۶)

صاحبِ معارف القرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے بحوالہ تفسیر قرطبی نقل فرماتے ہیں ''جس طرح متکبر فرعون وہامان کے قلوب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومن آل فرعون کی نصیحتوں سے کوئی اثر نہیں لیا اسی طرح اللہ مہر لگادیتے ہیں ہر اس قلب پر جو متکبر اور جبار ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس میں نور ایمان داخل نہیں ہوتا اور اس کو اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی، اس آیت میں متکبر اور جبار کو قلب کی صفت قرار دیا ہے، وجہ یہ ہے کہ تمام اخلاق واعمال کا منبع اور سر چشمہ قلب ہی ہے ہر اچھا اور برا عمل قلب ہی سے پیدا ہوتا ہے، اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ ''انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا (دل) ہے جس کے درست رہنے سے سارا بدن درست ہوجاتا ہے اور اس کے خراب ہونے سے سارا بدن خراب ہوجاتا ہے'' (معارف القرآن ص:۵۰/ج:۷)۔

فخر وغرور کرنے والا عند اللہ غلاظت کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہے

ارشاد باری ہے: ان اللــه لا یحب من کان مختالا فخوراً

ترجمہ: بے شک اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''مختال سے مراد وہ شخص ہے جو تکبر کرتا ہوا اپنے قرابت داروں، پڑوسیوں اور ساتھیوں سے ناک چڑھاتا ہو اور ان کی طرف التفات نہ کرتا ہو، اور فخور سے مراد وہ شخص ہے جو دوسروں پر اپنی فوقیت جتاتا ہو (تفسیر مظہری ص:۵۰/ج:۳)۔

اور علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ وہ شخص مراد ہے جو متکبر اور خود پسند ہو، دوسروں پر اپنی فوقیت جتانے والا، اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جاننے والا، خدا کا پسندیدہ نہیں ہوسکتا، اگرچہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھے لیکن خدا کے یہاں وہ ذلیل ہے اور لوگوں کی نظروں میں وہ حقیر ہے، بھلا کتنے اندھیرے میں ہے وہ شخص کہ خود تو اگر کسی سے سلوک کرے تو اس پر اپنا احسان رکھے لیکن رب کی وہ نعمتیں جو خدا نے اس کو دے رکھی ہیں ان کا انکار شکر نہ بجالائے اور لوگوں میں بیٹھ کر فخر کرے کہ میں اتنا بڑا آدمی ہوں میرے پاس یہ ہے اور یہ ہے، حالانکہ تمام نعمتیں اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہیں، تو پھر اس میں اترانے کی کونسی بات ہے (ابن کثیر ص:۵۲۴/ج:۱)۔

اللہ کی دی ہوئی کسی نعمت پر فخر وغرور نہ کرنا چاہئے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی انسان کو اللہ نے کوئی نعمت عطاء کی ہے خواہ ایمان اور تقویٰ ہو یا علم وعمل ہو یا مال ومنال ہو یا حسب ونسب ہو، تو بعد حصول نعمت انسان کا اترانا اور فخر کرنا یہ عند اللہ مبغوض ہے پسندیدہ نہیں ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان الله قد اذهب عنكم غبّية الجاهلية وفخرها بالآباء مؤمن تقي فاجر شقيّ انتم بنو آدم و آدم من

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جس پر اللہ کا انعام واحسان ہے اس پر اللہ کا شکر واجب ہے کہ اللہ نے اس کو نعمت اسلام سے نواز کر زمانۂ جاہلیت کے برے خصائل (حسب ونسب پر فخر کرنا) زائل کردیا، بس اب اسلام میں

تراب ليد عنّ رجال فخرهم باقوام انما هم فحم من فحم جهنم او ليكونن اهون على الله من الجعلان التى تدفع بانفها النتن (ابوداؤد شریف رص:۶۹۷)۔

عزت وذلت کا مدار ایمان وتقویٰ اور فسق وفجور پر ہے اگر کوئی مومن متقی ہے تو باعزت ہے اور فاسق وفاجر ہے تو بد بخت اور ذلیل ہے، یعنی اپنے اعمال کا اعتبار ہے حسب ونسب، مال ومنال، طاقت وقوت کا اعتبار نہیں ہے نہ اچھائی میں اور نہ برائی میں، آگے آپ ﷺ نے انسان کو اس کی حقیقت یاد دلائی ہے کہ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور تم سب کے باپ آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں تو جس شخص کی اصل خاک اور مٹی ہو وہ فخر وغرور کیسے کرسکتا ہے، وہ لوگ جو اپنے آباء پر فخر کرتے ہیں وہ فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ تو وہ اللہ کے نزدیک پاخانہ کے اس کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہونگے جو غلاظت اپنی ناک سے ہٹاتا ہوا آگے بڑھتا ہے، معلوم ہوا کہ اللہ کی دی ہوئی کسی بھی نعمت پر اترانا فخر وغرور کرنا یہ عنداللہ انتہائی مبغوض ومذموم ہے (مستفاد الدر المنضود رص:۶۴۴ رج:۶)۔

اللہ متکبرین کو پسند نہیں کرتا

چنانچہ ارشاد باری ہے: انه لايحب المستكبرين (النحل آیت۲۳)۔

ترجمہ: بے شک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (مظہری رص:۲۵۵)۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چھوٹی سرخ چیونٹی کے برابر غرور کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، اور چھوٹی سرخ چیونٹی کے برابر ایمان والا دوزخ میں نہیں جائے گا، ایک شخص نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے بعض لوگ چاہتے ہیں کہ ان کا لباس خوبصورت ہو (اور یہ غرور کی علامت ہے پھر ان کا نتیجہ کیا ہوگا؟) فرمایا: **الله جميل ويحب الجمال** یعنی اللہ جمال والا ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، غرور کپڑوں کی پسندیدگی کا نام نہیں خوش لباسی کی خواہش تکبر نہیں، بلکہ تکبر تو حق سے تکبر کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے سے ہوتا ہے، حدیث مذکورہ میں جو تکبر کے مقابلہ میں ایمان کا ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن اپنے وجود اور تمام کمالات کو خداداد سمجھتا ہے یہاں تک کہ اپنی ذات کو بھی اللہ کی امانت اور عاریت جانتا ہے اس لئے اپنے کمالات پر غرور نہیں کرتا اور کافر اپنی ہستی اور کمالات کو خود آوردہ جانتا ہے اور اللہ کو بھول جاتا ہے وہ اپنے کمالات پر غرور وتکبر کرتا ہے، تصوف میں جو لفظ ''فناء'' آتا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آدمی اپنے وجود کو معدوم سمجھے اور خود اپنی ہستی کو بھی اپنی نہ سمجھے بلکہ اللہ کی طرف سے عطاء کردہ ایک عاریت جانے اور ہر چیز میں ہر کمال علمی ومادی میں یہاں تک کہ اپنے وجود وذات کے لحاظ سے بھی اپنے کو اللہ کا محتاج سمجھے اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر غرور اور تکبر نہ کرے (تفسیر مظہری رص:۲۵۵ رج:۶)۔

متکبرانہ انداز سے مت چلو

ارشاد باری ہے: ولا تمش فى الارض مرحا ۝ انك لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا ۝ (بنی اسرائیل آیت)

ترجمہ: زمین پر اکڑ کر مت چلو نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو (توضیح القرآن رص:۸۶۷ رج:۲)۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے توضیح القرآن رص:۸۶۷رج:۲ر پر تحریر فرماتے ہیں:

اکڑ کر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو لوگ زمین پر زور سے پاؤں مار کر چلتے ہیں، دوسرے سینہ تان کر چلنے کی کوشش کی جاتی ہے، پہلی صورت کیلئے کہا گیا ہے کہ پاؤں چاہے کتنی ہی زور سے مار لو تم زمین کو نہیں پھاڑ سکتے اور دوسری صورت کیلئے کہا گیا ہے کہ سینہ تان کر اپنا قد اونچا کرنے کی کتنی ہی کوشش کر لو تمہاری لمبائی پہاڑوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور اگر لمبا قد ہی فضیلت اور بڑائی کا معیار ہوتا تو پہاڑ تم سے افضل ہوتے (توضیح القرآن رص:۸۶۷رج:۲)۔

معلوم ہوا کہ چلنے میں متکبرانہ انداز کا اختیار کرنا سینہ تان کر چلنا اترا کر چلنا یہ سب عنداللہ مبغوض ہیں، اس سے بچنے کی اشد ضرورت ہے اور چلنے میں ایسی چال اختیار کریں جس سے تکبر وغرور ظاہر نہ ہوتا ہو کیونکہ تکبر احمقانہ فعل ہے اور انسان کے دل سے متعلق شدید کبیرہ گناہ ہے، متکبر اپنے کو دوسروں سے افضل واعلیٰ سمجھتا ہے اور دوسروں کو اپنے سامنے حقیر وذلیل سمجھتا ہے حالانکہ یہ بڑی منحوس خصلت ہے، قرآن وحدیث میں اس پر بڑی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

منہ موڑ کر گفتگو مت کرو

ولا تصعر خدک للناس ولاتمش فی الارض مرحا ۰ ان الله لا یحب کل مختال فخور واقصد فی مشیک واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر (لقمان آیات ۱۸-۱۹)

ترجمہ: لوگوں سے اپنا رخ مت پھیرو اور زمین پر اترا کر مت چلو بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والے اور تکبر ۰ کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے، اور اپنی رفتار میں اعتدال رکھ اور اپنی آواز کو پست کر بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے (ابن کثیر رص:۱۷رج:۴)۔

ولا تصعر خدک للناس: علامہ بغویؒ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے بحوالہ ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ لوگوں سے گفتگو اور ملاقات کے وقت ان سے منہ پھیر کر گفتگو نہ کرو، جو ان سے اعراض اور تکبر کی علامت ہے۔

ولا تمش فی الارض مرحاً: اور زمین میں اترا کر مت چلو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے **ان اللہ لا یحب کل مختال فخور** کہ بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والے اور تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔

واقصد فی مشیک: اس کی تفسیر کے بارے میں حضرت عطاء کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر سکون ووقار کے ساتھ چلو اترا کر اور بہت تیزی کے ساتھ مت چلو (تفسیر بغوی رص:۴۲۴رج:۳)۔

معارف القرآن رص:۱۰۰رج:۶ر پر آیت کریمہ کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے کہ **ولا تصعر خدک للناس الخ** میں **لا تصعر صعر** سے مشتق ہے جو اونٹ کی ایک بیماری ہے جس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے جیسے انسانوں میں لقوہ معروف بیماری

ہے جس سے چہرہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے، مراد اس سے رُخ پھیر لینا ہے اور مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے ملاقات اور گفتگو کے وقت ان سے منھ پھیر کر بات نہ کرو جوان سے اعراض اور تکبر کرنے کی علامت ہے اور اخلاق شریفانہ کے خلاف ہے، **ولا تمش فی الارض مرحاً** میں **مرحاً** کا معنی اکڑ کر چلنا اترا کر چلنا ہے، مطلب یہ ہے کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے سارے عناصر سے پست افتادہ بنایا ہے، تم اسی سے پیدا ہوئے ہو اسی پر چلتے پھرتے ہو، اپنی حقیقت پہچانو اترا کر نہ چلو جو متکبرین کا طریقہ ہے، پھر آگے فرمایا اللہ متکبرین اور اترا کر چلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دوسری آیت میں فرمایا: **واقصد فی مشیک** یعنی اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو بہت دوڑ بھاگ کر نہ چلو کہ وہ وقار کے خلاف ہے، کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ چلنے میں بہت جلدی کرنا مومن کی رونق زائل کر دیتا ہے، نیز اس طرح چلنے میں خود اپنے آپ کو یا دوسرے کو تکلیف پہنچنے کا خطرہ رہتا ہے، اور نہ بہت آہستہ آہستہ چلو جو تکبر اور تصنع کرنے والوں کی عادت ہے جو لوگوں پر اپنا امتیاز جتانا چاہتے ہیں، یا پھر عورتوں کی عادت ہے جو شرم وحیا کی وجہ سے تیز نہیں چلتی، یا پھر بیماروں کی عادت ہے جو اس طرح چلنے پر مجبور ہیں، پہلی صورت یعنی تکبر کی وجہ سے بہت آہستہ چلنا حرام ہے اور دوسری صورت یعنی اگر آہستہ چلنا عورتوں کی مشابہت پیدا کرنے کے قصد سے ہو تو ناجائز ہے اور اگر یہ قصد نہ بھی ہو تو پھر مردوں کیلئے عیب ہے، اور تیسری صورت میں اللہ کی ناشکری ہے کہ تندرستی کے باوجود بیماروں کی ہیئت بناتا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ صحابۂ کرامؓ کو یہود کی طرح دوڑنے سے

بھی منع کیا جاتا تھا اور نصاریٰ کی طرح بہت آہستہ چلنے سے بھی، اور حکم یہ تھا کہ ان دونوں کی درمیانی چال اختیار کریں۔

واغضض من صوتک: یعنی آواز کو پست کرو، مراد پست کرنے سے یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز نہ نکالو اور شور نہ مچاؤ، جیسا کہ فاروق اعظمؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ کلام کرتے تھے تو اس طرح کہ لوگ اچھی طرح سن لیں، ایسی پست آواز نہ ہوتی تھی کہ سننے والوں کو پوچھنا پڑے کہ کیا فرمایا، اور نہ اتنی زور سے ہوتی تھی کہ شور ہو جائے، اس کے بعد اللہ نے فرمایا: **ان انکر الاصوات لصوت الحمیر** چوپاؤں میں سب سے زیادہ بری آواز گدھوں کی ہے جو بہت شور مچاتا ہے۔

آداب معاشرت سے متعلق چار باتیں

یہاں آداب معاشرت سے متعلق چار باتیں ذکر کی گئی ہیں، اول لوگوں سے گفتگو اور ملاقات کرنے کے وقت متکبرانہ انداز سے رخ پھیر کر بات کرنے کی ممانعت بیان کی گئی ہے، دوسرے زمین پر اترا کر چلنے کی ممانعت، اور تیسرے درمیانی چال چلنے کی ہدایت، چوتھے بہت زور سے شور مچانے کی ممانعت، حضور اکرم ﷺ کے عادات وشمائل میں یہ تمام خصلتیں جمع تھیں اللہ ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین (معارف القرآن رص:۱۰۰ رج:۶)۔

جہنم متکبرین کا ٹھکانہ ہے

ارشاد باری ہے: **الیس فی جہنم مثو للمتکبرین** (الزمر آیت ۶۰)۔ ترجمہ: کیا جہنم متکبرین کا ٹھکانہ نہیں ہے؟ (ابن کثیر رص:۳۸۷ رج:۷)۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ابن حاتمؒ کی ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ تکبر کرنے والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی شکل میں ہوگا (کیونکہ دنیا میں ان متکبرین نے اپنے علاوہ سب کو چیونٹی ہی کی طرح حقیر سمجھا تھا اس لئے اس عالم میں سزا وہی دی جائے گی جس میں اس دنیا میں دوسروں کو مبتلا رکھتا تھا) کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی مخلوق انہیں روندتی ہوئی آگے جائے گی یہاں تک کہ جہنم کے قید خانہ میں بند کردئے جائیں گے، جس کا نام بوس ہے جس کی آگ بہت تیز اور نہایت ہی مصیبت والی ہے، جہنمیوں کا لہو پیپ اور گندگی ان کو پلائی جائے گی یہ سب کبر کی وجہ سے ہوگا (الامان والحفیظ) (ابن کثیر ص: ۳۸۷؍ ج: ۴)۔

کبر کی قباحت احادیث کی روشنی میں

بڑائی خدا ہی کو زیب دیتی ہے

بڑائی خدا ہی کو زیب دیتی ہے: قال اللہ تعالیٰ: عن ابی ہریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی واحدا منھما قذفتہ فی النار (رواہ ابوداؤد ص ۵۶۶؍ ج: ۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے، جو ان میں سے کوئی چیز لینے کی کوشش کرے گا میں اسے جہنم میں داخل کرونگا۔

محدث کبیر حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم العالیہ حدیث پاک کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے، یعنی یہ دونوں چیزیں میری مخصوص صفت ہیں تو جو شخص ان میں سے کسی ایک کے بارے میں مجھ سے جھگڑتا ہے تو میں اس کو جہنم میں پھینک دیتا ہوں، جھگڑنے سے مراد ان دونوں صفتوں کو اختیار اور استعمال کرنا ہے اور جو شخص دوسرے کی چیز استعمال کرتا ہے تو گویا وہ اس کے ساتھ جھگڑنے پر آمادہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تکبر بڑا سخت گناہ ہے، اگر توبہ نہ کی تو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور اگر سچے دل سے توبہ کرلے تو یہ گناہ معاف ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اس کی طرف رغبت کرنی چاہئے اور کسی وقت بھی عاصی کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے (الدر المنضود ص: ۱۸۱؍ ج: ۶)۔

متکبر دخول جنت سے محروم رہے گا

لا یدخل الجنۃ احد فی قلبہ مثقال حبۃ خردل من کبر (مسلم ص: ۶۵؍ ج: ۱)

ایسا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہو۔

محدث جلیل حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دام ظلہ العالی حدیث بالا کی وضاحت کرتے ہوئے ''تحفۃ الالمعی'' ص: ۳۳۴؍ ج: ۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث پاک سے معلوم ہوا ہے کہ جنت سے دور کرنے اور جہنم میں پہنچانے

والے اسباب میں سے قوی ترین سبب غرور وتکبر ہے جس طرح جہنم سے دور کرنے والے اور جنت میں پہنچانے والے اسباب میں سے قوی ترین سبب ایمان ہے، جس شخص میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا، غرض اس حدیث میں جنت وجہنم میں جانے نہ جانے کے اعتبار سے مقابلہ ڈالا گیا ہے جس سے کبر کا انتہائی برا ہونا خود بخود واضح ہو جاتا ہے (تحفۃ الالمعی رص:۳۳۴رج:۵)۔

کبر سے بچنے کی تاکید

ایاکم والکبر فان الکبر یکون فی الرجل وان علیه العباء ة۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے آپ کو تکبر سے بچاؤ اس لئے کہ تکبر آدمی میں پایا جاتا ہے اگرچہ اس پر بزرگی کا چوغہ ہی کیوں نہ ہو (الترغیب والترہیب رص:۳۵۲رج:۳رللمنذری)۔

اپنے آپ کو بڑا سمجھنا خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے

من تعظم فی نفسه او اختال فی مشیته لقی الله تبارک وتعالیٰ وهو علیه غضبان۔

جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور چال میں تکبر کا اظہار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہونگے (الترغیب والترہیب رص:۳۵۲رج:۳)۔

متکبروں کا شمار سرکشوں میں ہوتا ہے

عن سلمة ابن الاکوع قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یزال الرجل یذهب بنفسه حتی یکتب فی الجبارین فیصیبه ما اصابهم (رواہ الترمذی رص:۲۰رج:۲)۔

سلمہ ابن اکوع ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی تکبر کرتا رہتا ہے (دوسروں کو حقیر وذلیل سمجھتا رہتا ہے) یہاں تک کہ اس کا شمار سرکشوں میں ہو جاتا ہے، انجام کار اس کو بھی وہی سزا ملے گی جو سرکشوں کو ملے گی۔

ملا علی قاریؒ حدیث پاک کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں مذکور یذہب بنفسہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مسلسل خود پسندی میں مبتلا رہتا ہے غرور وتکبر انسان کو جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے، اس طرح وہ خود پسندی اور بڑائی میں حد سے بڑھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ متکبرین اور سرکش لوگوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے، پھر اللہ اس کو دوزخ میں ڈالدیتے ہیں اور اس کا انجام وہی ہوتا ہے جو سرکشوں کا ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ خود پسندی اور تکبر بڑی تباہی ہے (توضیحات رص:۲۴۰رج:۷)۔

تکبر کی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا جانا

بینما رجل ممن کان قبلکم یجر ازاره من الخیلاء خسف به فهو یتجلجل فی الارض الیٰ یوم القیامة۔

تمہارے سے پہلی امتوں کا ایک شخص تکبر کی بنا پر تہبند لٹکاتا تھا تو اسے زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت تک دھنستا ہی رہے گا (بخاری شریف رص:۴۹۵رج:۱)۔

جنت دوزخ کے درمیان مباحثہ

عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال احتجت الجنة والنار فقالت النار فی الجبار ون والمتکبرون قالت الجنة فیّ ضعفاء الناس ومساکنھم (مسلم حدیث:۷۔۲۸۴)۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت اور دوزخ کے درمیان آپس میں مناظرہ ہوا کہ دونوں میں سے کون بہتر ہے، دوزخ نے کہا کہ میری شان اونچی ہے اسلئے کہ میرے اندر بڑے بڑے جبار اور متکبر لوگ آکر آباد ہونگے یعنی جتنے جابر اور متکبر لوگ ہیں بڑے بڑے منصب والے بہت زیادہ مال والے اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنے والے یہ سب میرے اندر آباد ہونگے اور جہنم نے اس بات پر فخر کیا، اس کے مقابلہ میں جنت نے کہا کہ میرے اندر کمزور اور مسکین قسم کے لوگ آباد ہونگے اور جنت نے اس بات پر فخر کیا تو اس مناظرے اور مباحثے سے معلوم ہوا کہ متکبرین اور جبارین جہنم میں جائیں گے۔

جہنم میں جانے والے تین آدمی

الا اخبرکم باھل النار کل عتلٍ وجواظ مستکبر (متفق علیہ)۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ جہنم میں جانے والے کون کون لوگ ہیں سب سرکش بخیل اور متکبر ہی ہونگے۔

مطلب جہنم میں جانے والے تین آدمی ہیں، ان میں سے پہلا وہ شخص ہے جو عتلٍ یعنی سخت مزاج ہو، یعنی ایسا شخص جو سختی یا غصہ سے بات کرتا ہو، دوسروں کو حقیر سمجھتا ہو دوسرا وہ شخص جہنمی ہے جو جواظ یعنی نک چڑھا ہو اس کی پیشانی پر ہر وقت بل پڑے رہتے ہیں، معمولی کمزور اور کم حیثیت کے آدمی سے بات کرنے میں اپنی توہین سمجھتا ہو، اسی طرح وہ شخص بھی جہنمی ہے جو مستکبر یعنی تکبر کرنے والا ہو اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو چھوٹا سمجھتا ہو، ان صفات والوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہیں، الامان والحفیظ (از: اصلاحی خطبات)۔

متکبر کی طرف اللہ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا

ثلاثة لا یکلمھم اللہ یوم القیامة ولا یزکیھم ولا ینظر الیھم ولھم عذاب الیم شیخ زان وملک کذاب وعائل مستکبر (مسلم)۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ہیں قیامت کے دن اللہ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا (۱) زناکار بوڑھا (۲) جھوٹا حاکم (۳) متکبر فقیر۔

ملا علی قاریؒ اس حدیث پاک کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں تین آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے تیسرا آدمی ہے (عائل مستکبر) عائل صاحب عیال فقیر کو کہا جاتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک شخص فقیر بھی ہے عیال دار بھی ہے اس مجبوری اور ضرورت کے باوجود اگر کوئی شخص اس کو صدقات وزکوٰۃ دیتا ہے تو لینے سے انکار کر دیتا ہے، خود اپنے نفس کو بھی اور اہل وعیال کو بھی ہلاکت میں

ڈالتا ہے، اور یہ سب کچھ تکبر کی بنا پر کرتا ہے، حالانکہ یہاں تکبر کی گنجائش نہیں ہے اس لئے یہ گناہ دوسرے گناہوں سے اشد ہے، سوال کرنے اور زکوٰۃ لینے سے اپنے آپ کو بچانا اچھا عمل ہے لیکن اس طرح سخت ضرورت کے باوجود اپنی احتیاج کو ازراہ تکبر چھپانا مزید گناہ ہے، اس لئے اس کا گناہ بڑھ کر ہے، فقر وفاقہ اللہ کی طرف سے ہے اور زکوٰۃ لینا انہیں فقیروں کا حق ہے، پھر اس میں تکبر کرنا اور تکبر کی وجہ سے نہ لینا بہت برا ہے (مرقات رص: ۸۳۰ رج: ۸)۔

اچھا شاندار لباس پہننا تکبر نہیں ہے

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، تو صحابۂ کرامؓ نے دریافت فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور جوتا بہترین ہو (تو کیا یہ تکبر ہے) تو پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس (رواہ مسلم رص: ۶۵ رج: ۱)۔

بے شک اللہ جمال والے ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں (محض اچھا لباس پہننا تکبر نہیں) بلکہ تکبر حق کے انکار اور لوگوں کو کمتر سمجھنے کا نام ہے۔

یعنی اچھے کپڑے یا لباس پہننے سے تکبر کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا مدار دلی جذبات پر ہے، اگر دل میں حقانیت موجود ہے اور دوسروں کو اپنے سے حقیر نہیں سمجھتا تو ایسا شخص خواہ کتنا ہی قیمتی لباس پہنے ہوئے ہو وہ متواضع کہلائے گا اور اگر دل میں کھوٹ

ہے اور اپنی برتری کا خناس ہے تو اگرچہ بدن پر معمولی لباس ہو پھر بھی یہ شخص شریعت کی نظر میں متکبر اور قابل مذمت ہے، اس لئے آدمی کو حق پسند ہونا چاہئے، اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اپنی غلطی سامنے آجائے تو بلا تکلف اسے تسلیم کرلے ضدی اور ہٹ دھرمی نہ بنے، اسی طرح اگر مجلس میں کوئی اس کے خلاف رائے دیدے تو اس سے ناراض نہ ہو بلکہ سنجیدگی اور صبر وتحمل کے ساتھ معقول انداز میں اس پر غور کرے، اسی طرح لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ نرم خوئی کا ہونا چاہئے، بات بات پر جھنجھلانا اور معمولی سی کوتاہی پر جھڑک دینا یا مقام ومنصب کا لحاظ کئے بغیر گفتگو میں تیز لہجہ اختیار کرنا یہ سب متکبرین کی علامات ہیں، یہ باتیں دیکھنے میں گوکہ بہت معمولی نظر آتی ہیں لیکن ان کے اثرات بہت دور تک پہنچتے ہیں، اور بسا اوقات ایسے نقصانات کا سبب بن جاتے ہیں جن کی بعد میں تلافی کی کوئی صورت نہیں ہوتی (ایک جامع قرآنی وعظ رص: ۵۲۵)۔

کبر وغرور

دراصل کبر وخود نمائی ایسی بدترین برائی ہے جو انسان کو دنیوی واخروی اعتبار سے ذلت کے آخری کنارہ پر پہنچا دیتی ہے، اور آج ہماری اجتماعی اور انفرادی زندگی میں زیادہ تر جھگڑے فتنے وفساد لڑائی قتل وخون، اسی تکبر اور غرور کی وجہ سے ہوتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نظر میں کبر وغرور انتہائی مبغوض اور قابل لعنت ہیں، چنانچہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اور حضور اکرم ﷺ نے متعدد احادیث میں تکبر کرنے والوں کی مذمت بیان فرمائی ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی کچھ آیتیں اور آپ ﷺ کی احادیث مذکورہ بالا سطور میں آپ کے سامنے ذکر کی گئی ہیں، اس لئے

ہمیں ہر اعتبار سے کبر چھوڑ کر تواضع اختیار کرنی چاہئے، کیونکہ تواضع ہی کی وجہ سے انسان بلندی کے تمام تر مراحل طے کرتا ہے اور کبر کی وجہ سے خواہ اپنے آپ کو کتنا ہی بڑا کیوں نہ سمجھتا رہے لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

خودداری اور کبر کے مابین فرق

ایک چیز خودداری ہے اور دوسری کبر وغرور، خودداری کے معنی ہیں غیرت مندی یعنی کسی کے سامنے اپنے کو ذلیل نہ کرنا اور کبر وغرور کے معنیٰ ہیں خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا، ان دونوں کے مابین فرق یہ ہے کہ اگر اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر وکمتر سمجھتا ہے تو یہ کبر وغرور ہے اور اگر دوسروں کو حقیر وکمتر نہیں سمجھتا تو یہ خودداری ہے، معلوم ہوا خود داری اور چیز ہے اور کبر وغرور اور چیز ہے، اگرچہ کوئی غلط فہمی کی وجہ سے خودداری کو کبر وغرور ہی سمجھتا رہے۔

متکبر کی مثال

متکبر کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو کہ وہ خود بلند جگہ پر ہونے کی وجہ سے دوسروں کو چھوٹا سمجھتا ہے، اور دوسرے اس کو چھوٹا سمجھتے ہیں، اسی طرح متکبر دوسروں کو حقارت سے دیکھتا ہے اور دوسرے لوگ اس کو حقارت سے دیکھتے ہیں، وہ دوسروں کو ذلیل سمجھتا ہے اور دوسرے اس کو ذلیل سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ متکبر لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔

تکبر کی حقیقت اور اس کی آفت

وقوعِ تکبر کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں (۱) اپنے آپ کو بڑا سمجھنا (۲) دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھنا، اگر یہ دونوں باتیں جمع ہونگی تو تکبر ہوگا ورنہ نہیں، مثلاً ایک آدمی اپنے کو صرف بڑا سمجھتا ہے مگر ساتھ میں دوسروں کو بھی بڑا یا برابر سمجھتا ہے تو یہ تکبر نہیں، اسی طرح ایک آدمی دوسرے کو حقیر تو سمجھتا ہے مگر اپنے آپ کو اس سے بھی زیادہ حقیر سمجھتا ہے تو یہ بھی تکبر نہیں، بلکہ تکبر یہ ہے کہ ایک مرتبہ اپنے نفس کا سمجھے اور ایک مرتبہ غیر کا پھر اپنے نفس کے مرتبہ کو غیر کے نفس کے مرتبے سے فائق سمجھے تب تکبر ہوگا، متکبر چونکہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اس لئے اس سے دوری بنائے رکھنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں کرتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اس شخص پر میرے سامنے دست بستہ کھڑے رہنا لازم وضروری ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ تکبر زیادہ ہو اور اگر تکبر بہت زیادہ ہو تو اس سے خدمت لینے میں بھی عار محسوس کرتا ہے، بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ دست بستہ کھڑے ہونے اور نوکروں کی طرح دہلیز پر پڑے رہنے کے بھی قابل نہیں ہے اور اگر تکبر کم ہو تو اس کو اپنا مساوی سمجھنے میں عار محسوس کرتا ہے، راستہ میں چلتے ہوئے اس سے آگے آگے رہنے کی کوشش کرتا ہے، مجلس میں اس سے آگے یا بلند جگہ پر بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے سلام کا منتظر رہتا ہے، اگر اس کی طرف سے کسی کام میں کوتاہی ہو جاتی ہے تو اسے نہایت برا سمجھتا ہے، اگر بحث ہو جائے تو اس کو اپنے سے کمتر سمجھتے ہوئے جواب دینے میں پہلو تہی اختیار کرتا ہے، اگر وہ نصیحت کرنے لگے تو نصیحت کے قبول کرنے میں ذلت محسوس کرتا ہے

اور اگر کبھی یہ متکبر شخص اس کو نصیحت کرنے لگے تو سخت لب ولہجہ اختیار کرتا ہے اور اگر غیر جواب میں کچھ کہنے کی کوشش کرے تو اس کی جان کو آجاتا ہے، ایسا متکبر شخص اپنے شاگردوں کے ساتھ بھی نرمی ومہربانی کا برتاؤ نہیں کرتا ہے بلکہ انہیں ذلیل سمجھتا ہے، جھڑکتا ہے، اپنا ممنون احسان سمجھ کر ہر طرح کی خدمت لیتا ہے، عام انسانیت کو کچھ سمجھتا ہی نہیں، انہیں تو اس طرح دیکھتا ہے جیسا کہ گدھوں کو دیکھ رہا ہو، کبر کی وجہ سے جو اعمال صادر ہوتے ہیں وہ مشہور ومعروف ہیں، اور ان کی تعداد اتنی ہے کہ ان کو احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا ہے۔

کبر کی آفت انتہائی مہلک ہے

عوام کا تو ذکر ہی کیا خواص تک کبر کے اندر مبتلا ہوکر ہلاک ہوجاتے ہیں، شاید ہی کوئی عالم وفاضل یا عابد وزاہد ایسا ہو جو اس مرض میں گرفتار نہ ہو اس میں ابتلاء عام ہے، عوام وخواص سب اس میں مبتلاء نظر آتے ہیں کبر سے خواص بھی محفوظ نہیں، کبر کتنا مہلک ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، متکبرین جنت میں اس وجہ سے داخل نہیں ہونگے کہ مؤمنین کے اخلاق جنت کے دروازے ہیں اور کبر کی وجہ سے یہ دروازے بند ہوجاتے ہیں، بندہ کبر کی وجہ سے اخلاق ایمانی سے محروم ہوجاتا ہے خصوصاً تواضع سے اور تواضع کے ساتھ دیگر اخلاق حسنہ سے بھی محروم ہوجاتا ہے، مثلاً کبر کے ساتھ کینہ ترک نہیں کرسکے گا اور نہ متکبر کسی کی نصیحت پر توجہ دے گا، نہ کسی کے ساتھ خیر خواہی کریگا اور لوگوں کی تحقیر وتذلیل کریگا تو لوگوں کی

غیبت اور عیب جوئی میں مبتلا رہے گا، غرض یہ کہ متکبر کے اچھے اخلاق ختم ہوجائیں گے اور برے اخلاق پیدا ہوجائیں گے۔

کوئی بھی بد خلقی ایسی نہیں ہے جو متکبرین میں نہ ہو بلکہ متکبر ہر برائی اور ہر بدخلقی کا سہارا لینے پر مجبور ہے، کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنی جھوٹی عزت نفس برقرار ہی نہیں رکھ سکتا، متکبر کے جنت میں داخل نہ ہونے کی وجہ بھی یہ ہی ہے کہ کبر کی وجہ سے بہت سے اخلاق فاسدہ پیدا ہوجاتے ہیں جن کی وجہ سے متکبر بہت سی برائیوں کا مرتکب ہوجاتا ہے اور دخول جنت سے محروم ہوجاتا ہے (احیاء العلوم/ص:۳۲۳/ج:۳)۔

تکبر ام الامراض ہے

حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ تکبر ام الامراض ہے اور بڑے سے بڑے کو گرادیتا ہے بہت سے مشائخ سلوک کو بھی اس مہلک مرض کی وجہ سے گرتے دیکھا ہے۔

شیخ ابوعبداللہ اندلسی کا واقعہ

شیخ ابوعبداللہ مشہور شیخ المشائخ اندلس کے کبار اولیاء اللہ میں سے ہیں، ہزاروں خانقاہیں ان کے دم سے آباد، ہزاروں مدارس ان کے فیض سے جاری، ہزاروں شاگرد ہزاروں مریدین، آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک بتائی جاتی ہے، ایک دفعہ بہ ارادۂ سفر تشریف لے گئے ہزاروں مشائخ وعلماء ہمرکاب ہیں جن میں حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت شبلی بھی ہیں، حضرت شبلیؒ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ نہایت ہی خیرات وبرکات کے ساتھ چل رہا تھا کہ عیسائیوں کی ایک بستی پر گزر ہوا نماز کا وقت تنگ ہورہا تھا بستی میں پانی نہ ملا بستی سے باہر ایک کنوئیں پر چند لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں، حضرت شیخ کی نگاہ ایک

لڑکی پر پڑی حضرت شیخؒ کی نگاہ اس پر پڑتے ہی چہرہ متغیر ہونے لگا حضرت علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کی گفتگو کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے تین دن کامل گزر گئے کہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ کسی سے بات کرتے ہیں۔

حضرت علامہ شبلیؒ کہتے ہیں کہ سب خدام پریشان حال تھے، تیسرے دن میں نے جرأت کر کے عرض کیا یا شیخ آپ کے ہزاروں مرید آپ کی اس حالت کی وجہ سے پریشان ہیں شیخ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا میرے عزیزوں میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ تمام اعضاء وجوارح پر اس کا تسلط ہے، اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں حضرت علامہ شبلیؒ نے فرمایا اے میرے سردار آپ اہل عراق کے پیرومرشد علم وفضل، زہد وعبادت میں شہرۂ آفاق ہیں آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے تجاوز کر چکی ہے، بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے۔

شیخ نے فرمایا: میرے عزیز میرا تمہارا نصیب تقدیر خداوندی ہو چکی ہے مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور ہدایت کی علامات اٹھالی گئی ہیں، یہ کہہ کر رونا شروع کیا اور کہا اے میری قوم قضا وقدر نافذ ہو چکی ہے اب کام میرے بس کا نہیں ہے، حضرت علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر بڑا سخت تعجب ہوا اور حسرت سے رونا شروع کیا شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے یہاں تک کہ زمین آنسوؤں کے سیلاب سے تر ہو گئی اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے جب ہم نے واپس آکر یہ واقعات سنائے تو شیخ کے مریدین میں کہرام مچ گیا، چند آدمی تو اسی وقت غم وحسرت میں عالم آخرت میں سدھار گئے اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ اے مقلب القلوب شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت وافسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے ایک سال کے بعد جب مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں کہ کس حال میں ہیں تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا اس گاؤں میں پہنچ کر لوگوں نے شیخ کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ جنگل میں سور چرانے کی خدمت پر مامور ہیں ہم یہ سن کر ششدر رہ گئے اور غم سے کلیجے پھٹنے لگے آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان اُمنڈنے لگا بمشکل دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جس میں وہ سور چرا رہے تھے دیکھا تو سر پر نصاریٰ کی ٹوپی اور کمر میں زنّار بندھا ہوا ہے اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں جس سے وعظ اور خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔

شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکا لیا ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا شیخ نے کسی قدر دبی آواز میں وعلیکم السلام کہا، حضرت شبلیؒ نے عرض کیا کہ اے شیخ اس علم وفضل اور حدیث وتفسیر کے ہوتے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے؟ شیخ نے فرمایا میرے بھائیوں میں اپنے اختیار میں نہیں میرے مولیٰ نے مجھے جیسا چاہا ویسا کر دیا اور اس قدر مقرب بنانے کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دیا تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا ہے، اے عزیزو خدائے بے نیاز کے قہر وغضب سے ڈرو اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا اے میرے مولیٰ میرا گمان تو

تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل وخوار کر کے اپنے دروازہ سے نکال دے گا یہ کہہ کر خدا سے استغاثہ اور رونا شروع کر دیا اور فرمایا اے شبلی! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو شبلی نے روتے ہوئے فرمایا اے میرے پروردگار ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں اور ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے ہم سے یہ مصیبت دور کر دے کہ تیرے سوا کوئی رفع کرنے والا نہیں ہے۔

خنزیران کا رونا اور ان کی دردناک آواز سنتے ہی ان کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے رونا اور چلانا شروع کر دیا ادھر شیخ بھی زار زار رو رہے تھے، حضرت شبلی نے عرض کیا کہ شیخ آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرأتوں سے پڑھتے تھے اب بھی اس کی کوئی آیت یاد ہے؟ شیخ نے کہا اے عزیز و مجھے قرآن میں دو آیت کے سوا کچھ یاد نہیں ایک تو یہ: **ومن یھن اللہ فما لہ من مکرم** ٥ جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ جو چاہے کرتا ہے، اور دوسری یہ ہے: **ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل** ٥ جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا۔

حضرت شبلی نے عرض کیا اے شیخ آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع سند کے بر زبان یاد تھیں اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے؟ شیخ نے کہا صرف ایک حدیث یاد ہے یعنی **من بدل دینہ فاقتلوہ** جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو، حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ حالت دیکھ کر شیخ کو وہیں چھوڑ کر بغداد کا قصد کیا ابھی تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ ایک نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور بآواز بلند شہادتین **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ** پڑھتے جاتے ہیں، اس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت کا اندازہ ہو۔

بعد میں شیخ سے ہم نے پوچھا کہ کیا آپ کے اس ابتلاء کا کوئی سبب تھا؟ تو شیخ نے فرمایا ہاں جب ہم گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں میں پر ہمارا گزر ہوا آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھا تو میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحّد ہیں ور یہ کمبخت کیسے جاہل واحمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں، مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز سنائی دی کہ یہ ایمان وتوحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں کہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے اور اگر چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں اور مجھے اسی وقت احساس ہوا کہ گویا ایک پرندہ میرے دل سے نکل کر اڑ گیا جو درحقیقت ایمان تھا الامان والحفیظ، یہ تکبر ایسی بری بلا ہے کہ شیخ المشائخ تک کو بھی کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا اللہ تعالیٰ ہی محض اپنے فضل وکرم سے اس مصیبت عظمیٰ سے بچائے آمین (ام الامراض ص: ۲۸)۔

زبان پر تواضع اور دل میں کبر

آج ہم سبھی کی حالت یہ ہے کہ اپنے آپ کو کمترین خلائق، حقیر، فقیر سراپا تقصیر، سگ دنیا، ذرّۂ بے مقدار، نابکار، ننگ خلائق وغیرہ کہتے رہتے ہیں اور لکھتے بھی رہتے ہیں مگر یہ سب کاروائی عامۃ منافقانہ اور ریاکاری کی بنا پر ہوتی ہے، قلب میں اس کا ذرا

بھی اثر نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس یہ ہی خیال دل میں جاگزیں ہوتا ہے کہ جیسے ہم ہیں ویسا کوئی دوسرا نہیں ہے، اور اسی وجہ سے دوسروں کی عیب جوئی، ان کی نکتہ چینی، غیبت وغیرہ ہوتی رہتی ہے، کسی اپنے معاصر کی بلکہ بسا اوقات اپنے سے پہلوں کی کوئی بھلائی سن لیتے ہیں تو بدن میں آگ سی لگ جاتی ہے اور طرح طرح سے اس میں عیب نکالے جاتے ہیں کوشش تو یہ کی جاتی ہے کہ یہ شخص لوگوں کی نظروں میں گر جائے ذلیل وخوار ہوجائے اور اگر کوئی ہم کو جاہل، نالائق، احمق، گدھا، کتا وغیرہ کہہ دیتا ہے تو آگ بگولا ہوجاتے ہیں، حالانکہ ہم اپنے آپ کو جو کم ترین خلائق کہہ رہے تھے اگر ہم اس میں سچے تھے تو گدھا، کتا وغیرہ کہنے سے برا کیوں مانا؟ آخر خلائق میں سے تو وہ بھی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ صرف ہماری زبان پر متواضعانہ الفاظ ہوتے ہیں ورنہ دل کے اندر کبر ہی موجود رہتا ہے (ام الامراض رص:۲۷)۔

تکبر کی اقسام

انسان فطرتاً ظلوم وجہول ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے انہ کان ظلوما جھولا اس لئے انسان کبھی اللہ پر تکبر کرتا ہے کبھی اس کے رسول پر اور کبھی اس کی مخلوق پر اس اعتبار سے تکبر کی تین قسمیں ہے۔

پہلی قسم: اللہ پر تکبر کرنا

یہ تکبر کی بدترین قسم ہے اور جہالت وسرکشی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ نمرود نے کیا تھا، اس نے اپنے دل میں یہ عزم کر رکھا تھا کہ میں آسمان کے پروردگار سے لڑوں گا، بہت سے جاہلوں سے اس طرح کے تکبر کے واقعات منقول ہیں، بلکہ ربوبیت کے تمام دعویداروں کی سرکشی کا یہ ہی عالم ہے کہ انہیں اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہلانے میں شرم آتی ہے، جیسے فرعون اس نے تکبر کی وجہ سے دعویٰ کیا تھا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں اور کبر کی وجہ سے اللہ کا بندہ کہلانے میں شرم آئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جھنم داخرین٥۔**

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے (احیاء العلوم رص:۳۲۴رج:۳)۔

منجانب اللہ نمرود کے کبر کا علاج

نمرود نے آسمان کے پروردگار سے لڑنے کا پختہ عزم کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو تکبر کی یہ سزا دی کہ ایک لنگڑا مچھر اس کی ناک کے اندر چلا گیا، جب وہ دماغ کے اندر ڈنک لگاتا تھا تو اسے درد ہوتا تھا، چنانچہ وہ نوکروں سے کہتا تھا کہ ذرا میرے سر کی خدمت کیجئے یعنی میرے سر پر دو چار تھپڑ لگا دیجئے، جب وہ تھپڑ لگاتے تھے تو مچھر رک جاتا تھا اور جب تھپڑ لگنے بند ہوجاتے تھے تو وہ مچھر پھر اپنا کام شروع کر دیتا تھا یہاں تک کہ جب تھپڑ مارنے والے تھک گئے تو وہ کہنے لگے جناب ہم سے تو اب تھپڑ نہیں مارے جاتے، تو نمرود یہ بات سنکر بڑا پریشان ہوا اور اپنے وزیر کو بلا کر کہا کہ اب کوئی تھپڑ مارنے والا نہیں رہا، اس نے کہا بادشاہ سلامت میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے، اس نے پوچھا کیا؟ تو وزیر نے کہا کہ جناب آپ سے ملاقات کیلئے لوگ بہت کثرت سے آتے جاتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ وہ آپ کو سلام کرنے کے بجائے آپ کے سر پر تھپڑ مارا کریں، چنانچہ

نمرود نے وزیر کی یہ بات سن کر قانون بنادیا، اب کیا تھا جو بھی نمرود کے دربار میں آتا تھا وہ سلام کرنے کے بجائے اس کے سر پر تھپڑ لگاتا تھا اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے تکبر کا علاج کیا اور اس کی ''میں'' نکالی (اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات رص: ۲۶۵ر ج۲ربحوالہ ابن کثیر)۔

تکبر کی دوسری قسم: رسولوں تکبر کرنا

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص رسولوں کی اتباع نہ کرے اور یہ سمجھے کہ یہ بھی انسان ہیں اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر چلنے میں عار محسوس کرے، یہ صورت کبھی اس لئے پیش آتی ہے کہ آدمی رسالت ونبوت کے منصب پر غور وفکر ہی نہیں کرتا اور جہالت وضلالت کی تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے اور یہ سمجھتا رہتا ہے کہ میں حق پر ہوں، اور کبھی ذہن کو فکر وتامل کی آزادی دیتا ہے لیکن نفس کی سرکشی اتنی بڑھ چکی ہوتی ہے کہ امر حق کی اطاعت اور انبیاءؑ کی اطاعت پر راضی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں منکرین رسل کے اقوال نقل فرمائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

نومن لبشرين مثلناo۔ ترجمہ: کیا ہم ایسے دو شخصوں پر ایمان لے آئیں جو ہماری ہی طرح آدمی ہیں؟۔

ان انتم الا لشر مثلناo۔ ترجمہ: تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں۔

استکبر هو وجنوده فی الارض بغیر الحقo۔ ترجمہ: فرعون اور اس کے متبعین نے ناحق دنیا میں تکبر کیا۔

فرعون نے اللہ اور اس کے رسول پر تکبر کیا تھا، وہبؒ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو ایمان لانے کی دعوت دی اور کہا کہ تو ایمان قبول کرلے تیری یہ سلطنت تیرے ہی پاس رہے گی، تو فرعون نے جواب دیا کہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کرلوں وزیر نے مشورہ دیا کہ تو پروردگار ہے لوگ تیری پوجا کرتے ہیں اگر تو نے ایمان قبول کرلیا تو تو بندہ ہوجائے گا اور دوسرے کی عبادت کرے گا، فرعون نے یہ بات سنکر اپنے وزیر کا مشورہ قبول کرلیا اور اپنی جھوٹی معبودیت برقرار رکھنے کیلئے باری تعالیٰ کا بندہ بننے اور حضرت موسیٰؑ کا اتباع کرنے سے انکار کردیا، یعنی فرعون نے تکبر کی وجہ سے رسول کا اتباع کرنے سے انکار کردیا۔

تکبر کی قسم اگرچہ تکبر علی اللہ سے کم ہے لیکن اس کے قریب قریب ضرور ہے (احیاء العلوم رص: ۳۲۴ رج: ۳)۔

تیسری قسم: بندوں پر تکبر کرنا۔

اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو بڑا سمجھے اور دوسروں کو حقیر جانے اس کی اطاعت کو برا سمجھے اس سے برتر رہنے کی کوشش کرے، یہ قسم اگرچہ پہلی دو قسموں سے کمتر ہے لیکن دو وجہ سے بری ہے۔

پہلی وجہ: تو یہ ہے کہ کبر، عزت، بڑائی اور بلندی وغیرہ یہ تمام اوصاف رب رحمٰن کے علاوہ کسی کو زیب نہیں دیتے، کیونکہ ایک بندہ جو ضعیف وکمزور ہے عاجز ودرماندہ ہے اس کے لئے کبر کیسے مناسب ہوسکتا ہے، متکبر بندہ گویا باری تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسی صفت میں جھگڑتا ہے جو صفت اس کی جلالت شان کے مناسب ہے، اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی غلام کسی بادشاہ کا تاج اپنے سر پر رکھ کر اس کے تخت پر

بیٹھ جائے اور یہ سمجھنے لگے کہ تو ہی بادشاہ ہے تو ایسے بے وقوف غلام پر بادشاہ کی ناراضگی کا کیا عالم ہوگا؟ اور اس غلام کو کس قدر ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا وہ ظاہر ہے، کیونکہ یہ جرأت ہے ہی اتنی سنگین کہ اس پر جتنی بھی سزا دی جائے کم ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بندوں پر تکبر کرنے والا خدا کا مجرم اور گنہگار ہے، کیونکہ وہ بادشاہِ حقیقی کے مخصوص غلاموں کو ذلیل سمجھتا ہے ان پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے اور ان کے ساتھ وہ ہی معاملہ کرتا ہے جو بادشاہ کو کرنا چاہئے، تو اللہ تعالیٰ متکبر ہی کو ذلیل وخوار کردیتے ہیں اور وہ دوسروں کی نگاہوں میں بھی ذلیل وخوار ہو کر رہ جاتا ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت ہوتی ہے، کیونکہ جب متکبر بندہ کسی سے حق بات سنتا ہے تو اسے قبول کرنے میں عار محسوس کرتا ہے اور اس کو جھٹلانے کی کوشش کرتا ہے، مناظرانہ بحثوں میں اس طرح کا مشاہدہ عام ہے کہ اگر ایک شخص کی زبان پر حق ہوتا ہے تو دوسرا اسے قبول نہیں کرتا خواہ اسے حق کی معرفت حاصل ہوجائے بلکہ حق کو ٹھکرانے اور اسے ناحق قرار دینے کیلئے طرح طرح کے حیلے بہانے تلاش کرتا ہے اور جاننے سمجھنے کے باوجود حق کا انکار کردیتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کبر انسان کو انکار حق پر اکساتا ہے اور وعظ ونصیحت کی کوئی بات قبول کرنے نہیں دیتا، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اذا قیل لہ اتق اللہ — جب کوئی اس سے کہتا ہے کہ اللہ سے ڈر

اخذته العزة بالاثم٥۔ — تو نخوت اسے اس کو گناہ پر آمادہ کردیتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے یہ بات کافی ہے کہ جب اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو وہ یہ کہے کہ پہلے تو اپنے نفس کی حفاظت کر بعد میں مجھے نصیحت کرنا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ تو اس نے بطور کبر کہا میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا آپ ﷺ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا، راوی فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد وہ کبھی دایاں ہاتھ نہیں اٹھا سکا اس کا ہاتھ کسی مرض کا شکار ہوگیا (مسلم سلمة ابن الاکوع)۔

مخلوق پر تکبر کرنا یہ بھی جرم عظیم ہے

بہرحال مخلوق پر تکبر کرنا ایک جرم عظیم ہے کیونکہ اس سے اللہ کے احکام پر تکبر کو تحریک ہوتی ہے، قرآن کریم میں ابلیس کا حال بیان کیا گیا ہے اس کا تکبر مشہور ہے اور قرآن کریم نے اس کے کبر کے حال کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں، اللہ تعالیٰ نے اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس کا کبر اس حکم کی تعمیل میں رکاوٹ بنا، ابتداء میں اسے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد تھا بعد میں اس کے حسد نے امر خداوندی پر کبر کی شکل اختیار کرلی، نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تباہ وبرباد ہوگیا، بندوں پر تکبر کرنے سے یہ آفت پیدا ہوجاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک بڑی آفت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص یہ سمجھے کہ میں اپنے بھائی سے بہتر ہوں اس کی تحقیر کرے اس کے ساتھ اہانت آمیز رویہ اختیار کرے اور سے حقارت کی نظر سے دیکھے اور عمداً حق سے انحراف کرے تو وہ مخلوق پر تکبر کرنے والا قرار پائے گا اور جو اللہ کے سامنے جھکنے، اس کی اطاعت کرنے اور اس کے انبیاء ورسل کی اتباع کرنے میں عار محسوس کرے وہ متکبر علی اللہ

ہے، دونوں کا انجام برا ہوگا (احیاء العلوم رص ۳۲۶ رج:۳)۔

اسبابِ کبر

آدمی جب تکبر کرتا ہے تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ خود کو دوسروں سے افضل اور باکمال سمجھتا ہے گویا کہ اس کے دل میں غرور وگھمنڈ ہوتا ہے، حضرات علمائے کرام نے تکبر کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں۔

پہلا سبب

کبر کا پہلا سبب علم ہے، اہلِ علم بہت جلد کبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: آفة العلم الخیلاء، علم کی آفت تکبر ہے، عالم بہت جلد علم کی وجہ سے تکبّر کرتا ہے، سب سے پہلے وہ اپنے دل میں علم کے کمال و جمال کا احساس کرتا ہے، پھر اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، عام لوگوں کو تو کچھ سمجھتا ہی نہیں، بلکہ انہیں تو جانوروں کی طرح دیکھتا ہے انہیں جاہل سمجھتا ہے اور ان سے یہ امید وابستہ رکھتا ہے کہ وہ اسے سلام کرنے میں ابتداء کریں، اگر وہ کبھی اتفاقاً کسی کو سلام کرنے میں پہل کرلیتا ہے یا خندہ پیشانی سے کسی کے سلام کا جواب دیدیتا ہے یا کسی کے لئے اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاتا ہے یا کسی کی دعوت قبول کرلیتا ہے تو اسے اپنا سلوک سمجھتا ہے اور ایسا احسان تصور کرتا ہے جس پر شکر ادا کرنا ضروری ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں نے یہ سلوک کرکے اس کی عزت افزائی کی ہے اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا ہے جس کا یہ مستحق نہیں تھا اس لئے ضروری ہے کہ اب یہ میرے احسان کے جواب میں میری خدمت کرے بلکہ میرا غلام بن کر رہے بلکہ متکبر علماء کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کے پاس

ملاقات کے لئے آتے ہیں اور یہ کسی کی ملاقات کیلئے نہیں جاتے، لوگ ان کی عیادت کرنے کیلئے آتے ہیں مگر یہ کسی کی عیادت کیلئے جاتے۔

اور وہ لوگ جن کا تعلق ان کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے ان کا معاملہ ان کے ساتھ بھی صحیح نہیں رہتا ان سے کاروباری خدمت لیتے ہیں، اگر ان سے کوئی خطاء سرزد ہو جائے تو ذرا بھی رعایت نہیں کرتے ان کو زر خرید غلام یا نوکر سمجھتے ہیں اور انہیں تعلیم دینے کو بھی اپنا احسان سمجھتے ہیں اور یہ گمان کرلیتے ہیں کہ ہم نے انہیں علم سکھایا ہے لہذا ان سے خدمت لینا ہمارا حق ہے، یہ تو دنیاوی معاملات میں ان کا طریقۂ کار ہے اور اخروی معاملات ان کے مزاج کا فساد عروج پر ہے یہ اپنے آپ کو اللہ کے نزدیک دوسروں سے اعلیٰ وافضل سمجھتے ہیں جتنا عوام کو ڈراتے ہیں خود اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے، جتنی عوام کی اصلاح کی فکر کرتے ہیں اپنی فکر نہیں کرتے، حالانکہ علم حقیقی تو یہ ہے کہ آدمی اس کے ذریعہ اللہ کو پہچان لے اپنے نفس کی معرفت حاصل کرلے اور اخروی اعتبار سے اپنے انجام کا ادراک کرلے اور یہ اعتقاد کرلے کہ اللہ کا سخت مواخذہ علماء ہی سے ہوگا علم حقیقی سے تو خوف، تواضع، خشیت میں اضافہ ہوتا ہے علم حقیقی کے حصول کے بعد انسان اپنے آپ کو دوسروں سے برتر نہیں سمجھتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ کل قیامت کے دن مجھ ہی سے زیادہ باز پرس ہوگی اسی لئے حضرت ابو درداءؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس کے پاس علم زیادہ ہوتا ہے اسے تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے (احیاء العلوم رص:۳۲۶ رج:۳)۔

جب علم باعث تواضع ہے تو اس سے کبر کیوں پیدا ہوتا ہے؟

سوال یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ علم کی وجہ سے متکبر اور مغرور کیوں ہو جاتے ہیں

جبکہ بعض دوسرے لوگوں میں علم کی وجہ سے تواضع، خشوع، للّٰہیت پیدا ہو جاتی ہے تو جاننا چاہئے کہ علم کی وجہ سے کبر اور بے خوفی پیدا ہونے کی دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ: یہ ہے کہ وہ شخص کسی ایسے علم میں مشغول ہو جس پر محض علم کا اطلاق تو ہوسکتا ہو لیکن اسے علم حقیقی کہنا صحیح نہ ہو کیونکہ علم حقیقی تو وہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے بندہ اپنے رب اور اپنے نفس کو پہچان لے اور باری تعالیٰ سے ملاقات کے وقت جو خطرہ پیش آنا ہے اس کا ادراک کرلے، ایسا شخص متکبر نہیں ہوسکتا بلکہ اس میں تو خشیت اور تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: **اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔** ترجمہ: خدا سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اس کی عظمتِ علم رکھتے ہیں (پ:۲۲/آیت:۲)۔

لیکن علم حقیقی کے علاوہ جو دیگر علوم ہیں جیسے طب، حساب، لغت، شعر، قضاء، مناظرہ وغیرہ محض ان علوم کا سیکھنے والا بلا شبہ کبر کے اندر مبتلاء ہو جاتا ہے اور ان علوم کو تو علوم کہنا بھی صحیح نہیں بلکہ یہ تو صفتیں اور فنون ہیں علم تو وہ ہی ہوتا ہے جس سے خوف وخشیت پیدا ہو اور عبادت کا طریقہ معلوم ہو، اس سے اکثر تواضع پیدا ہوتی ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ شروع فی العلم سے پہلے انسان کا باطن خباثتوں اور رذالتوں کا مسکن ہوتا ہے اس کے اخلاق خراب ہوتے ہیں تو علم کی وادی میں قدم رکھنے سے پہلے اس کو چاہئے تھا کہ مختلف مجاہدات کے ذریعہ اپنے نفس اور روح کو ان باطنی بیماریوں سے پاک وصاف کرتا تا کہ علم اس کے لئے نفع بخش ہوتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا اور علم کو اس کے دل میں اپنی شایانِ شان جگہ نہیں ملی اور وہ خباثتوں کے درمیان رہنے پر مجبور رہا تو پھر نہ اس کے ثمرات اچھے ہوسکتے ہیں اور نہ اس پر خیر کے اثرات مرتب ہوسکتے ہیں، اس وجہ سے حصول علم کے بعد بھی انسان متکبر بن جاتا ہے۔

مثال سے وضاحت

وہب ابن منبہؒ نے اس کی بہترین مثال دی ہے، فرماتے ہیں کہ علم ایسا ہے جیسا کہ آسمان کا پانی اپنی ذات کے اعتبار سے صاف شفاف اور شیریں ہوتا ہے اور درخت اسے اپنی رگوں میں جذب کرلیتے ہیں اور جیسا ان کا مزہ ہوتا ہے ویسا ہی اسے بنا دیتے ہیں، درخت کے برگ وبار تلخ ہوتے ہیں تو پانی کا ذائقہ بھی تلخ ہو جاتا ہے اور شیریں ہوتے ہیں تو پانی کا ذائقہ بھی شیریں رہتا ہے، بلکہ اور زیادہ شیریں ہو جاتا ہے، یہی حال علم کا ہے لوگ اسے جذب کرتے ہیں گھونٹ گھونٹ کر پیتے ہیں اور اسے ایسا ہی بنا لیتے ہیں جیسا ان کا عزم ہوتا ہے جیسی ان کی خواہش ہوتی ہے متکبر اور متکبر ہو جاتا ہے متواضع اور متواضع ہو جاتا ہے اس لئے جس شخص کی نیت کبر کی تھی اور وہ جاہل تھا پھر اس نے علم حاصل کیا تو اب اسے وہ چیز حاصل ہوگئی جو کبر کا سبب بن سکتی ہے اس لئے اس کا کبر بڑھ گیا اور یہ متکبر بن گیا، اسی طرح جس شخص کو زمانۂ جاہلیت میں خوف تھا پھر اس نے علم حاصل کیا تو اسے خوف وخشیت حاصل ہوئی اور وہ متواضع بن گیا، بہر حال معلوم ہوا کہ علم کبر کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے، اللہ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائیں آمین (احیاء العلوم/ص:۳۲۶/ج:۳)۔

جو عالم ہو متکبر نہ ہو وہ اپنے دور کا صدیق ہے

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ تم جابر عالم مت بنو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا علم تمہارے جہل کے برابر ہو جائے ، ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ نے کچھ لوگوں کی امامت کرائی نماز سے فراغت کے بعد ان سے کہا کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا امام تلاش کرلو یا تنہا نماز پڑھ لیا کرو اس لئے کہ ابھی دوران نماز میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ان میں مجھ سے افضل کوئی نہیں جب حضرت حذیفہؓ جیسا شخص کبر سے محفوظ نہیں رہ سکتا تو اس امت کے متأخرین ضعفاء کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں ، اس سرزمین پر ایسے لوگوں کا وجود نہ کے برابر ہے جو عالم ہوں اور ان میں کبر کے جراثیم نہ ہوں ، اگر کوئی ایسا شخص مل جائے تو وہ اپنے دور کا صدیق ہے ، ایسے شخص کا دامن مضبوطی سے تھام لینا چاہئے اور ایسے شخص کے انفاس واحوال سے استفادہ کرنا تو اہم ہے ہی اس کی طرف دیکھنا اور اس کی زیارت کرنا بھی عبادت سے کم نہیں ہے ، مگر افسوس اب زمانہ ایسی شخصیتیں کہاں جنم دیتا ہے وہ لوگ بلند اقبال تھے قرن اول اور ثانی گزر چکا ہے ہمارے دور میں تو ایسے علماء بھی نہیں ملتے جو دیندار علماء کے نہ ملنے پر افسوس ہی کرسکیں ، بہر حال اس پورے مضمون سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علم اسباب کبر میں سے ایک بڑا سبب ہے جو شخص علم کی وجہ سے تکبر کرتا ہے تو وہ شخص اپنے علم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا پاتا اور نہ دوسروں کو فائدہ پہونچا پاتا ہے اس کا علم اسی طرح ضائع ہو جاتا ہے اس کا کبر خدمت دین سے مانع بن جاتا ہے اور اس کی بربادی کا ذریعہ بن جایا کرتا ہے (احیاء العلوم اردو ص: ۳۲۷ ، ج: ۳)۔

علم وتکبر

’’کبر، تکبر‘‘ بدترین امراض میں سے ایک مرض ہے اور یہ علماء کے حصہ میں آیا ہے، جاہل بیچاروں میں ایسا بڑا امرض پیدا ہی نہیں ہوتا اہلِ علم کا جیسے مرتبہ بڑا ہے ایسے ہی ان کا مرض بھی سب سے بڑا ہے، کسی نے سچ کہا ہے **آفت العلم الخیلاء** یعنی علم کی آفت تکبر ہے، اس کے دو معنیٰ ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ وہ آفت جو علم سے پیدا ہوتی ہے اور ایک یہ کہ وہ آفت جو حصول علم سے مانع ہے، کوئی سے معنیٰ مراد لئے جائیں یہ بات ہر صورت میں صادق ہے کہ تکبر علم کے واسطے مضر ہے، چنانچہ جس کے قلب میں تکبر ہے اس کے قلب میں نور علم نہیں ہوسکتا۔

ایسے علماء سے جو اس آفت میں مبتلا ہوں جہلاء ہی اچھے ہیں، کیونکہ ان میں اتنا بڑا مرض تو نہیں ہے اور ایسے علم سے جس کے ساتھ تکبر بھی ہو وہ جہل اچھا ہے جس کے ساتھ تکبر نہ ہو اس کو سن کر لوگ کہیں گے کہ علم کی مذمت بیان کردی حالانکہ علم تو ہر حال میں اچھی چیز ہے علم ہی ایک روشنی ہے جس سے بھلے برے میں امتیاز کیا جاسکتا ہے، میں کہتا ہوں کہ عینک (چشمہ) اس غرض سے لگایا جاتا ہے کہ آنکھ کی روشنی بڑھے مگر اس سے فائدہ جب ہی تو نکلے گا جب طریقہ کے مطابق استعمال کیا جائے ورنہ اگر عینک کو کانوں پر رکھ دیا جائے تو کیا فائدہ، یا اس کے شیشہ پر چونہ لپیٹ دیا جائے یا کالک لگادی جائے تو کیا کام دے سکتا ہے، ایسے چشمہ کے ہونے سے تو نہ ہونا اچھا ہے، کیونکہ وہ تو رہی سہی بصارت (قوت بینائی) کو بھی ختم کرتا ہے اور خواہ مخواہ کا بوجھ رہتا ہے، یہی حالت علم کی ہے کہ اگر اس کو طریقہ سے استعمال کیا جائے یعنی اس سے اپنے نفس کی اصلاح کا کام لیا جائے تو

بہت کام کی چیز ہے سرتا پا نور ہی نور ہے اور اگر اس سے یہ کام نہ لیا جائے بلکہ دوسروں سے لڑنے جھگڑنے اور بڑا بننے کے لئے استعمال کیا جائے تو بیکار مضر ہے، تو یہ کہنا کچھ بے جا نہ ہوا کہ علم ہر وقت میں اچھی چیز نہیں بلکہ بعض حالتوں میں قابل مذمت بھی ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ بعض ان پڑھ لوگ پڑھے لکھے لوگوں سے اچھے ہیں ان پڑھ لوگوں کے ذہن میں کبھی یہ وسوسہ بھی نہیں آتا کہ ہم دوسروں سے اچھے ہیں اور تعلیم یافتہ لوگوں کے ذہن میں ہر وقت یہی بات بھری رہتی ہے کہ ہم دوسروں سے اچھے ہیں ان پڑھ لوگ اتنی بصارت تو رکھتے ہیں کہ اپنے عیبوں کو جانتے ہیں گو اجمال ہی کے مرتبہ میں سہی، چنانچہ وہ یہ جانتے ہیں کہ ہم جاہل ہیں اور یہ حضرات (تعلیم یافتہ) اتنی بصارت بھی نہیں رکھتے کہ اپنے عیب کو دیکھ سکیں کہ ہم میں تکبر ہے حسد ہے عجب ہے وغیرہ وغیرہ بس وہ اگر چوندھے ہیں تو یہ اندھے ہیں (العم والعلماء، ص۲۱۳)۔